تفسیر نور العرفان (قسط ۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''﴿یَدْعُونَ﴾ پوجنے کے معنی میں ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص 370)

﴿یَدْعُونَ﴾ یہاں دعا اور پکار کے معنی میں ہے۔ مشرکین اپنے معبودان باطلہ کی پکار کرتے تھے، یہی ان کی عبادت تھی، جسے قرآن نے شرک کہا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : 14)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن بھی لیں، تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ❀ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآئَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

﴿يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۞﴾(فاطر : ١٣۔١٤)

''اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سُن نہیں سکتے اور اگر وہ سُن بھی لیں، تو تمہاری مُراد پوری نہیں کر سکتے۔ قیامت کے روز یہ لوگ تمہارے شرک سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔ تمہیں (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ان لوگوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دادرسی نہیں کر سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔''

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیا کو بعض علم غیب تو وہ بھی جانتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص358، 374)

مخلوق میں کوئی بھی بعض یا کلی غیب نہیں جانتا۔ انبیا پر وحی آتی تھی، وہ وحی سے بات کرتے تھے۔ وہ وحی من وعن امت تک پہنچاتے تھے، تو اس بنا پر کیا امت کو بھی علم غیب حاصل ہو گیا؟

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ہر زبان سمجھتے ہیں، وہ تو جانوروں، پتھروں کی بولیاں بھی جانتے ہیں،

کیوں نہ جانیں، کہ تمام دنیا کے نبی ہیں اور نبی اپنی قوم کی زبان جانتا ہے، آج حضور کے آستانہ پر ہر زبان میں عرض و معروض کی جاتی ہے، حضور سب کی سنتے سمجھتے ہیں، کوئی فرشتہ ترجمہ کر کے بتانے پر مقرر نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص374)

نبی کریم ﷺ انسانوں اور جنات میں مبعوث ہوئے۔ تمام انبیا کی طرح آپ بھی اُمی نبی تھے، پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ کہنا کہ آپ ﷺ پتھروں اور جانوروں کے بھی نبی ہیں، غلط ہے، کیونکہ پتھر اور جانور تو مکلّف نہیں ہیں۔ ان میں نبی کیسے؟

ایک اونٹ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ میرا مالک کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم ڈالتا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے اس کی شکایت دور کی۔ (مسند احمد: ۱/ ۲۰۵، سنن ابی داود: ۲۵۴۹، واصلہ فی مسلم: ۳۴۲) یہ آپ کا معجزہ تھا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں، جو مجھے نبوت سے پہلے سلام کہا کرتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷) یہ بھی معجزہ ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ ہر ایک کی سنتے اور سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر عرض و معروض کرنا جائز نہیں۔ یہ شرک ہے، کیونکہ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی اور ثقہ امام سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط سالی ہوئی، تو قبر رسول پر جانے کی بجائے آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس دعا کی غرض سے گئے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۱۰)

اگر انبیا کی قبروں سے فیض حاصل ہوتا، یا عرض و معروض جائز ہوتی، تو اللہ تعالیٰ ہمیں تمام انبیا کی قبور کا علم دیتے، ہمیں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے علاوہ کسی نبی کی قبر کا علم نہیں دیا گیا۔

❁ محدث عبدالعزیز بن احمد ابومحمد کتانی رحمہ اللہ (۴٦٦ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَتَّفِقِ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى مَعْرِفَةِ عَيْنِ قَبْرِ نَبِيٍّ وَّصَحَابِيٍّ غَيْرِ قَبْرِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرِ صَاحِبَيْهِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

''مسلمان کسی نبی یا صحابی کی قبر کی تعیین پر متفق نہیں ہوئے، سوائے رسول اللہ ﷺ اور جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے قبروں کے۔''

(تاريخ ابن عساكر : 418/2)

❁ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ تَعْيِينُ قَبْرِ أَحَدٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرِ قَبْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ کی قبر کے سوا کسی نبی کی قبر کو یقینی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔''

(المَشرَب الوَردي في تحقيق مذهب المَهدي، ص 33)

پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر میں لوگوں کی عرض و معروض سنتے ہیں؟

④ مفتی صاحب سورت توبہ (۷۵۔۷٦) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے متعلق نازل ہوئی، جو پہلے غریب تھا، حضور سے عرض کیا کہ میری امیری کے لیے دعا فرمائیں، حضور نے فرمایا: تیری لیے غریبی ہی اچھی ہے، اس نے قسم کھا کر کہا کہ اگر میں امیر ہو جاؤں، تو بہت شکریہ ادا کروں گا، حضور نے دعا فرما دی، اللہ نے اس کی بکریوں میں ایسی برکت دی کہ مدینہ میں نہ رہ سکیں، ثعلبہ انہیں لے کر جنگل میں چلا گیا، جماعت کی نماز

سے محروم ہو گیا، پھر زکوٰۃ سے انکاری ہو گیا اور جب حضور کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے اس کی زکوٰۃ لینے اس کے پاس گئے، تو بولا: زکوٰۃ کیا بھاری ٹیکس ہے، جاؤ، میں سوچ لوں، تو دوں گا۔ اس کی یہ شکایت حضور کی بارگاہ میں پیش ہوئی، پھر وہ زکوٰۃ لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، مگر حضور نے قبول نہ فرمائی، عہد صدیقی و فاروقی میں زکوٰۃ لایا، قبول نہ ہوئی، خلافت عثمانی میں کافر ہو کر مرا۔ (الاحادیث الطّوال للطبر انی، ص ۲۲۵ وغیرہ)''

(تفسیر نور العرفان، ص316)

اس قصہ کی سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ معان بن رفاعہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۲۔ علی بن یزید الہانی بھی ضعیف ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَشْهُورٌ فِيمَا بَيْنَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَإِنَّمَا يُرْوٰى مَوْصُولًا بِأَسَانِيدَ ضِعَافٍ .

''مفسرین کے یہاں یہ حدیث مشہور ہے، یہ حدیث ضعیف اسانید کے ساتھ موصول بھی مروی ہے۔''

(دلائل النُّبُوة: 292/5)

❀ نیز فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کی سند محل نظر ہے۔''

(شُعب الإيمان، تحت الحديث : 4048)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المُغني عن حَمَل الأسفار في الأسفار، ص 1179)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لٰكِنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''یہ حدیث ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔''

(فتح الباري : 266/3)

اس کا ایک شاہد ابن مردویہ کے حوالے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(الإصابة في تمييز الصّحابة لابن حجر :516/1)

سند ضعیف ہے۔عطیہ عوفی ضعیف ومدلس ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحِفْظِ مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ الْقَبِيحِ .

''ضعیف الحفظ ہے، قبیح تدلیس میں مشہور ہے۔''

(طبقات المدلِّسين : 122)

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علی ہمیشہ حضور کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔(سنن ابی داود : ۲۷۹۰،از ناقل) جو اس سے رو کے وہ ایمانی کام نہیں کرتا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص315)

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۱۔ شریک بن عبداللہ قاضی سیء الحفظ اور مدلس ہے۔

۲۔ ابوالحسناء مجہول ہے۔

۳۔ حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔

۴۔ حنش بن معتمر جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ سے قربانی کا کوئی ثبوت نہیں۔

⑥ مفتی صاحب سوت توبہ (۷۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ صحیح تاریخ پڑھنا، تاکہ عبرت اور سبق حاصل ہو، بہت اعلیٰ عبادت ہے۔ قرآن پاک میں بزرگوں اور کفار کے صحیح حالات اس لیے بیان ہوئے۔ عرس بزگان دین اور میلاد شریف کے جاری کرنے کا منشا بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے حالات کریمہ اور بزرگان دین کے صحیح حالات کا پتہ لگتا رہے، جس سے ان کے عقیدے، اعمال درست ہوں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص316)

عبرت کے لیے تاریخ کا مطالعہ کو ''بہت اعلیٰ عبادت'' قرار دینا، درست نہیں۔ یاد رہے کہ اسلامی تاریخ میں تقریبا نوے فیصد روافض کا عمل دخل ہے۔ جسے سند کا علم نہیں، وہ تاریخ کا مطالعہ نہ کرے۔ قرآن کریم میں پہلی قوموں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات یقیناً عبرت سے لبریز ہیں۔ اس غرض سے قرآن کریم کی تلاوت یقیناً بہت بڑی عبادت ہے۔

عرس بزرگان دین اور میلاد کافر قوموں کا شعار ہے۔ کافروں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ کے حالات کریمہ اور صالحین کے صحیح حالات معلوم کرنے کے لیے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنا چاہیے، نہ کہ کفار کی پیروی میں بدعات کا اجرا۔

⑦ مفتی صاحب سورت توبہ (۶۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ اچھی باتوں سے روکنا کافروں کا طریقہ ہے، اس سے وہابیہ کو عبرت چاہیے، کہ وہ ہمیشہ کارخیر سے ہی روکتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: ﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾ وہابی کھیل تماشے روکنے پر زور نہیں دیتے ہیں، جب روکتے ہیں، تو اللہ ورسول کے ذکر سے، یا اچھی مجلسوں سے، اللہ سمجھ دے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص314)

کسی کے بارے میں خلاف حقیقت بات گناہ ہے۔ اہل حق گناہ اور بدعت سے روکتے ہیں، نیز ان کی مجالس سے بھی روکتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے کبھی نہیں روکتے۔

⑧ مفتی صاحب سورت توبہ (۶۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور کے نام پر رب کی عبادت کرنا ثواب ہے، جیسے حضور کے نام کی قربانی یا حج کرنا، کہ یہ ان کی رضا کا ذریعہ ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص313)

یہ آیت کی تحریف ہے۔ کسی صحابی، تابعی، یا تبع تابعی سے نبی کریم ﷺ کی طرف سے قربانی یا حج کرنا ثابت نہیں۔ دین وہی ہے، جو صحابہ نے اپنایا۔ وہ سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے محبت رکھتے تھے اور آپ کی اداؤں میں رب تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے تھے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ ہر عقیدہ وعمل میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو تلاش کریں۔ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی ناراضی مول لے کسی اور کو راضی کرنا ایمان کے منافی ہے۔

وہ منصوص احکام، جو کسی کی طرف سے سرانجام دینا جائز ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی

ہوتے ہیں۔

⑨ مفتی صاحب سورت توبہ (۳۳) لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ حضور اللہ کی شان کے مظہر ہیں۔ اگر رب کو پہچاننا ہو، تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے، جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، لہٰذا حضور ذات وصفات کے مظہر ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص305)

یہ اہل کتاب کی طرح نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو ہے۔ اسلامی عقائد میں ایسا کچھ نہیں۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی مظہر نہیں۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ تراویح میں ختم رمضان کے وقت مسجد میں چراغاں کرنا بہت کار ثواب ہے کہ یہ بھی آبادی مسجد میں داخل ہے، حضرت سلیمان بیت المقدس میں ایسے روشنی فرماتے تھے کہ کوسوں تک اس کی روشنی میں عورتیں چرخہ کات لیتی تھیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص301)

رمضان المبارک میں تکمیل قرآن کریم کے موقع پر مسجد میں لائٹنگ کرنا بدعت اور منکر ہے۔ خیر القرون میں اس کا وجود نہیں ملتا، بعد کی ایجاد ہے۔ وقت اور مال کا ضیاع ہے، مجوسیوں سے مشابہت ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

صَارُوا يُوقِدُونَ النِّيرَانَ الْكَثِيرَةَ لِلْخَتْمَةِ فَيَجْمَعُونَ بَيْنَ تَضْيِيعِ

الْمَالِ وَالتَّشَبُّهِ بِالْمَجُوسِ وَالتَّسَبُّبِ إِلَى اجْتِمَاعِ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ بِاللَّيْلِ لِلْفَسَادِ وَيُرِيهِمْ إِبْلِيسُ أَنَّ فِي هٰذَا إِعْزَازًا لِّلْإِسْلَامِ وَهٰذَا تَلْبِيسٌ عَظِيمٌ لِّأَنَّ إِعْزَازَ الشَّرْعِ بِاسْتِعْمَالِ الْمَشْرُوعِ .

''تکمیل قرآن کے موقع پر چکا چوند روشنیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور مال کا ضیاع، مجوس سے مشابہت اور رات میں مرد وزن کے اختلاط جیسے کئی فسادات کا موجب بنتے ہیں۔ شیطان یہ چکمہ دیتا ہے کہ یہ عمل اسلام کی سر بلندی کا باعث ہے۔ یہ شیطان کی ملمع سازی ہے، کیوں کہ اسلام کی سر بلندی مشروع ذرائع سے ہی ممکن ہے۔''

(تلبيس إبليس، ص 138)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُزَادُ فِي لَيْلَةِ الْخَتْمِ شَيْءٌ زَائِدٌ عَلٰى مَا فُعِلَ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ فِعْلِ مَنْ مَضٰى بِخِلَافِ مَا أَحْدَثَهُ بَعْضُ النَّاسِ الْيَوْمَ مِنْ زِيَادَةِ وُقُودِ الْقَنَادِيلِ الْكَثِيرَةِ الْخَارِجَةِ عَنِ الْحَدِّ الْمَشْرُوعِ لِمَا فِيهَا مِنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَالسَّرَفِ وَالْخُيَلَاءِ سِيَّمَا إِذَا انْضَافَ إِلٰى ذَالِكَ مَا يَفْعَلُهُ بَعْضُهُمْ مِنْ وُّقُودِ الشَّمْعِ وَمَا يُرْكَزُ فِيهِ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ مِّنَ الْفِضَّةِ أَوِ الذَّهَبِ فَاسْتِعْمَالُهُ مُحَرَّمٌ لِّعَدَمِ الضَّرُورَةِ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِهِمَا، فَهُوَ إِضَاعَةُ مَالٍ وَّسَرَفٌ وَّخُيَلَاءُ .

''جو کچھ آغازِ رمضان میں کیا جاتا ہے، تکمیل قرآن کی رات اس سے زائد کچھ نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ یہ اسلاف امت کی مخالفت ہے۔ آج کل بعض لوگوں نے اس فانوس اور روشنیوں کا انتظام شروع کر دیا ہے، جس سے شرعی حدود پر زد آتی ہے، کیوں کہ اس میں مال کا ضیاع، اسراف اور فخر و تکبر ہے۔ بعض لوگ خصوصی طور پر شمعیں وغیرہ روشن کرتے ہیں اور ان موم بتیوں میں طرح طرح کی چیزیں گاڑی جاتی ہیں، یہ اور بھی قبیح عمل ہے۔ اگر تو سونا چاندی گاڑیں، تو یہ ممنوع اور حرام ہے اور اگر کوئی اور قیمتی چیز گاڑیں، تو مال کے ضیاع، اسراف و تبذیر اور تفاخر کا باعث ہے۔''

(المَدخل : 302/2)

اس عمل میں مذاہب باطلہ کی پیروی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب بات بے سند ہے۔ دوسرے یہ کہ کہاں بیت المقدس کے مینارے پر روشنی کرنے کا عمل اور کہاں تکمیل قرآن کریم پر چراغاں کا اثبات؟ یہ استدلال بالکل بھی نہیں بنتا۔

(۱۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ ورسول دیتے ہیں، رب فرماتا ہے: ﴿أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾۔''

(تفسیر نور العرفان، ص297)

یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول دیتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مالدار بنا دیا اور اس کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنے۔ وہ اس طرح کہ جب نبی

کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو مدینہ تجارت کا مرکز بن گیا، جس سے وہاں کے غریب لوگوں کو مال تجارت میں خاطر خواہ نفع ہوا اور وہ آسودہ حال ہو گئے۔

⑫ مفتی صاحب سورت انفال (۳۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ حضور ہر وقت ہر مسلمان کے ساتھ ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص287)

یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو ہے۔ ائمہ مسلمین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ وہ سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی معرفت رکھتے تھے۔

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ : يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ، فَأَخَذْتُهَا، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّي، فَقَضٰى حَاجَتَهٗ.

''میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مغیرہ! (پانی والا) برتن پکڑیے۔ میں نے برتن پکڑ لیا۔ پھر آپ ﷺ چلتے گئے حتی کہ مجھ سے چھپ گئے اور قضائے حاجت سے فارغ ہوئے۔''

(صحيح البخاري : 363، صحيح مسلم : 274)

کیا جو شخص دوسروں سے اتنا دُور ہو جائے کہ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے، وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتا ہے؟ عقلی طور پر بھی یہ محال اور ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں، کیونکہ ہر جگہ میں تو گندگی اور غلاظت والی جگہیں بھی شامل ہیں، نیز لوگوں کی خلوت گاہیں اور ایسی جگہیں بھی شامل ہیں جن کو ایک عام مسلمان بھی دیکھنا پسند نہیں

کرتا۔ کسی مسلمان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اپنے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہوئے اپنی زندگی کے سارے معاملات کو انجام دے سکے۔ بہت سے جائز معاملات ایسے ہیں کہ ایک مسلمان مر تو سکتا ہے لیکن ان کو کسی دوسرے مسلمان بھائی کے سامنے بھی انجام نہیں دے سکتا چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے وہ ایسا کرے!!!

نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہیں، زندگی میں بھی نہیں تھے اور اب جب کہ آپ ﷺ اللہ کے پاس جا چکے ہیں، تب بھی نہیں ہیں۔ آپ کو حاضر ناظر سمجھنے والا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے متصادم اور نصوص قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

(۱۳) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی، جو انہیں عطا ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص278)

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے جنت کی سفارش مانگی کہ اللہ کے ہاں میری سفارش کر دیں، جیسا کہ دوسری روایت اس کی وضاحت کرتی ہے:

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور سارا دِن آپ کی ضروریات کا اہتمام کرتا تھا، حتی کہ آپ ﷺ عشا کی نماز پڑھ لیتے۔ پھر جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہو جاتے، تو میں یہ سوچ کر دروازے پہ بیٹھ جاتا کہ شاید آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پڑ جائے۔ میں سنتا رہتا کہ آپ مسلسل سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ وبحمدہٖ کہہ رہے ہیں، بالآخر تھک ہار کر میں واپس چلا جاتا، یا میری آنکھ لگ جاتی اور میں سو جاتا۔ ایک دن آپ ﷺ نے میری خدمت وتواضع دیکھ کر فرمایا: ربیعہ!

مانگئے، میں آپ کو دوں گا۔عرض کیا: آقا! کچھ سوچنے کا موقع دیجئے، پھر میں نے ذرا غور وفکر کیا،تو معلوم ہوا کہ دنیا فانی ہے اوراس میں میرے لئے جتنا رزق ہے، اتنا مجھے مل جائے گا، میں ایسا کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے آخرت کے لئے کچھ مانگتا ہوں۔آپ ﷺ کی اللہ کے ہاں بڑی قدر ومنزلت ہے:

قُلْتُ : نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَشْفَعَ لِي إِلٰى رَبِّكَ فَيُعْتِقَنِي مِنَ النَّارِ، ......

''میں نے آقا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ سے میرے لئے جہنم سے نجات کی سفارش کردیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ربیعہ! آپ سے یہ بات کس نے کہی؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! کسی نے ایسا نہیں کہا، میں نے خود سوچا کہ آپ کا مقام اللہ کے ہاں بہت بلند ہے،تو کیوں نہ آخرت کے لئے ہی کچھ طلب کرلوں؟ دنیا تو عارضی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کافی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا:

إِنِّي فَاعِلٌ فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ .

''میں ایسا کروں گا،لیکن آپ بھی زیادہ نوافل پڑھ کر میری مدد کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 59/4، وسندهٗ حسنٌ)

⑭ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''میں اللہ کے چاہنے سے نفع نقصان کا مالک ہوں، نہ کہ اس کے بغیر چاہے، چنانچہ ہمارے حضور تمام خدائی کے رب کی عطا سے مالک ہیں۔رب فرماتا ہے:﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ نیز خود فرماتے ہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی

کنجیاں بخش دی گئیں اور فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ رب فرماتا ہے: ﴿أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص278)

نبی کریم ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے عطا سے خدائی کا مالک نہیں بنایا۔ جو ایسی بات کرتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول پر افترا باندھتا ہے۔ قرآن اس عقیدے کی تردید کرتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف: 188)

’’کہہ دیجیے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔‘‘

’’مگر جو اللہ چاہے۔‘‘ کا معنی ہے کہ وہی نفع نقصان پہنچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ پر رب تعالیٰ کی بے شمار عطائیں تھیں، اس سے آپ ﷺ خدائی کے مالک کیسے بن گئے؟

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں، اس سے مراد فتوحات اور غنائم ہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يُخْبِرُهُمْ أَنَّهُ لَا يَقدِرُ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي خَزَائِنِ اللّٰهِ، وَلَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ بِمَلِكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ بَشَرٌ مُّرْسَلٌ، مُؤَيَّدٌ بِالْمُعْجِزَاتِ.

''نبی اکرم ﷺ انہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے خزانوں میں تصرف پر قادر نہیں، نیز وہ غیب نہیں جانتے، ہاں جس بات کی اللہ تعالیٰ انہیں اطلاع دے دیتا ہے، اس کا علم انہیں ہو جاتا ہے، نیز وہ کوئی فرشتہ نہیں بلکہ ایک بشر ہیں جنہیں مبعوث کیا گیا ہے اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی گئی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 532/3)